ڈاکٹر امان اللہ خاں

حضرت علی بن عثمان الہجویریؒ کی تعلیمات

وَنَفْسٍ وَّ ما سوّٰھا ہ فالہمہا فجورھا وتقوٰھا ہ قد افلح من زکّٰھا ہ وَقد

خاب من دسّٰھا ہ۔ (الشمس : ۷ تا ۱۰)

اور قسم ہے نفسِ انسانی کی اور اُسے ٹھیک بنانے کی ہ پھر ہم نے اس کو الہام کر دی (یا سوجھا دی) اس کی نیکی اور بدی ۔ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے مٹی میں ملا دیا وہ ناکام ہوا ۔

خالقِ کائنات تزکیۂ نفس کو نبوت کے فرائضِ چہارگانہ میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے :

لقد من اللہ علی المومنین إذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلوا علیہم اٰیٰتہٖ ویزکیہم ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ ۔ (آل عمران : ۱۶۴)

بلا شک اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر احسان کیا کہ انہی میں سے رسول مبعوث فرمایا جو انھیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں ۔ ان کے نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں اور انھیں کتاب و حکمت سکھلاتے ہیں ۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

أَلا وان فی الجسد مضغۃً إِذا صلحت صلح الجسد کُلُّہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب [1]

بلا شک جسم انسانی میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے ۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جاتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے ۔ اور بلاشبہ یہ انسان کا دل ہے ۔

ایمان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الایمان ؟ قال اذا سرّتک حسنتک وساء تک سیئتک ، فانت مومن" قال : یا رسول اللہ فما الاثم ؟ قال ، اذا حاک

---

[1] امام محمد بن اسمٰعیل البخاری ، صحیح البخاری (مصر ۱۳۴۵ھ) ، کتاب الایمان ، ج ۱ ، ص ۲۰

فی نفسك شئ فدعه ۵۲

ایک شخص آنحضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان کی حقیقت کے بارے میں سوال پوچھا۔ سرور دو عالم نے جواب دیا کہ جب تمھیں نیک کام کرتے ہوئے مسرت حاصل ہو اور برائی سے نفرت ہو تو تم مومن ہو۔ سائل نے گناہ کی حقیقت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ جو شے تمھارے دل میں کھٹکے اسے چھوڑ دو۔

قرآن حکیم نے نفسِ انسانی کی تین حالتوں کا بیان کیا ہے۔(۱) نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ اور نفسِ مطمئنہ کے حصول کی تلقین کی ہے:

یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیةً مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ٥ (الفجر : ۲۷ تا ۳۰)

اے اطمینان پائے ہوئے نفس تو پوری رضا سے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہو جا اور میرے بندوں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

اسی سلسلے میں سید علی ہجویریؒ ارشاد فرماتے ہیں:

وکلید در بہشت بجز منع نفس از اغراض وے نیست چنانچہ خداوند تعالیٰ گفت ونھی النفس عن الھوی فان الجنة ھی الماوی واغراضِ نفسانی اندر امور آن بود کہ بندہ اندر کاری کہ می کند بجز خوشنودی خداوند تعالیٰ باشد و نجات نفس از عقوبت طلب نکند ۵۳

درحقیقت نفسانی اغراض کو ختم کر دینا ہی بہشت کے دروازے کی چابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جس نے اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکا، ضرور جنت اس کی جائے رہائش ہو گی ۔۔ نفسانی خواہشات کی کارفرمائی یہ ہے کہ نہ کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا مدنظر ہو، اور نہ اپنے نفس کو عذاب سے بچانے کی خواہش ہو۔

پس مخالفت نفس سر ہمہ عبادتہا است وکمال ہمہ مجاہدتہا و بندہ جز بداں بحق راہ نیابد از آنچہ موافقت وی ہلاک بندہ است و مخالفت وی نجات بندہ و خداوند تعالیٰ امر کرد بخلاف کردن آن و مدح کرد مر آن کسان را کہ بخلاف نفس کوشیدند و ذم کرد مر آنان را کہ بر موافقت نفس رفتند چنانکہ گفت

---

۵۲ امام احمد بن حنبل، مسند بحوالہ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح (دمشق ۱۹۴۱) ج ۱، ص ۲۰

۵۳ سید علی ہجویری۔ کشف المحجوب (لاہور ۱۹۶۷) ص ۳۷

خدای عزوجل و نہی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ ۔ ونیز گفت افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ۔ واز یوسف صدیق علیہ السلام ما را خبر داد کہ گفت ۔ وما ابرئ نفسی اِنّ النفس لامارۃ بالسوءِ الا ما رحم ربّی ——— و پیغمبر گفت صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد اللہ بعبدٍ خیراً بَصّرہٗ بعیوب نفسہٖ[۵۴]

نفس کے خلاف چلنا سب عادتوں سے بالاتر ہے اور سب مجاہدوں کا نقطہ کمال ہے ۔ مخالفتِ نفس کیے بغیر راہِ حق دستیاب نہیں ہوتی، نفس کی موافقت باعثِ ہلاکت اور اس کی مخالفت وجہِ نجات ہے ۔ باری تعالیٰ نے مخالفتِ نفس کا حکم دیا ہے ۔ نفس کے خلاف چلنے والوں کی تعریف اور موافقت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے جس نے نفسانی خواہش کو رد کیا اس کے لیے بہشت جائے آرام ہے اور جب تمھارے پاس کوئی رسول آیا اور اس نے تمھاری خواہش پر صاد نہ کیا اور تم اس کے خلاف متکبرانہ روش پر اتر آئے ۔ حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے کہا " میں اپنے نفس کو بری الذمہ نہیں سمجھتا کیونکہ نفس، برائی پر آمادہ کرتا ہے، جب تک میرے رب کا رحم شامل حال نہ ہو، پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ۔ جب باری تعالیٰ کو کسی بندے کی بہبودی منظوری ہوتی ہے، تو وہ اس کو نفس کے عیوب سے آگاہ کر دیتا ہے ۔

حضرت علی ہجویری نے مجاہدہ نفس کی بہت فضیلت بیان کی ہے ۔ "کشف المحجوب" میں الگ عنوان کے تحت اسے بیان کیا، جس میں قرآنی آیات، احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم درج کی ہیں، نیز مشہور صوفیا اور علما کی آرا بیان کی ہیں اور خود اپنی تحقیق بھی پیش کی ہے[۵۵]

حضرت ہجویری کے عظیم ہم عصر امام غزالی نے (۴۵۰ تا ۵۰۵ ھ) جو تصوف کی افادیت کے حد درجہ قائل ہیں، تہذیب نفس کو ہی تہذیبِ اخلاق کا نام دیا ہے اور مکارم اخلاق کی تکمیل وہ شے ہے جس کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے ۔ بعثت لا تمم مکارم الاخلاق[۵۶]

بے شک میں اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں ۔

---

[۵۴] سید علی ہجویری، کشف المحجوب (لاہور ۱۹۶۷)، ص ۲۰۸

[۵۵] ملاحظہ کیجیے : "کشف المحجوب" صفحات ۲۱۳ تا ۲۲۰

[۵۶] امام مالک، الموطا، (مصر ۱۹۵۱ء) ۔ ج ۲، ص ۹۰۴

امام غزالی اپنی مشہور تصنیف "احیاء علوم الدین" میں اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

فالخلق عبارة عن هيئة فی النفس راسخة عنها تصدر الافعال بسهولة ویسر من غیر حاجة الی فکر ورویة فان کانت الهیئة بحیث تصدر عنها الافعال الجمیلة المحمودة عقلاً وشرعاً سمیت تلك الهیئة خلقاً حسناً وان کان الصادر عنها الافعال القبیحة سمیت الهیئة التی هی المصدر خلقا سیئاً [۵۴]

خلق نفسِ انسانی کی اس ہیئت کا نام ہے جس سے افعال بلا تکلف صادر ہوں، اگر یہ افعال عقلاً و شرعاً پسندیدہ ہوں تو اس کی کیفیت کو خلق حسن کہا جائے گا، اور اگر یہ افعال ناپسندیدہ ہوں تو ایسی حالت کو خلق بد کہا جائے گا۔

علامہ اقبال اپنے "لیکچر خودی" میں متکلمین سے شکوہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ فی انفسکم افلا تبصرون (کہ تم اپنے نفوس میں غور کیوں نہیں کرتے) قرآنی تعلیم کے باوجود انھوں نے نفسِ انسانی کی حقیقت کو سمجھنے میں غور و فکر نہیں کیا۔ نفسِ انسانی میں غوطہ زنی صوفیا نے کی ہے [۵۵]

اس ساری بحث سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نفس کی پہچان، اس کی حقیقت و ماہیت کو جاننا اور اس کا تزکیہ و اصلاح بڑے اہم اور بنیادی امور ہیں۔ نفسِ انسانی کی پاکیزگی اور تہذیب ہی وہ شے ہے جو انسانی زندگی کو حقیقی حسن، نکھار، نفاست، نظم اور وقار عطا کرتی ہے، جب تک انسان کا ضمیر اور نفس پاکیزہ نہیں ہوگا، نسلِ انسانی کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور بین الاقوامی معاملات میں پاکیزگی، انصاف اور عمدگی پیدا نہیں ہوگی۔ قرآن و سنت اور اہلِ تصوف نے تہذیبِ نفس کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس پر بہت زیادہ توجہ اور زور دیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تصوف کا نچوڑ اور عطر ہی تہذیبِ نفس ہے، تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔

حضرت علی ہجویریؒ نے "کشف المحجوب" میں تصوف کی حقیقت و ماہیت پر بڑی طویل گفتگو کی ہے اور اس سلسلے میں اکابر صوفیائے کرام کے اقوال بھی نقل کیے ہیں اور ان پر تبصرہ بھی کیا ہے۔ چند اقتباسات

---

۵۴ امام غزالی، احیاء علوم الدین (مصر ۱۹۳۹ء)، ج ۳، ص ۵۲۔

۵۵ C.F. Allama Muhammad Iqbal The Reconstruction of Religion in Islam (Lahore, 1965), PP 95-96.

کا اُردو ترجمہ ملاحظہ ہو:

امام محمد بن علی بن حسین کا قول ہے کہ تصوف نیک خوئی اور خوش اخلاقی ہے، جو زیادہ نیک خُو ہو وہ زیادہ صوفی ہوتا ہے۔ نیک خوئی کی دو صورتیں ہیں، خدا کے ساتھ اور بندوں کے ساتھ۔ خدا کے ساتھ نیک خوئی اس کے احکام کی پابندی ہے، بندوں کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ صرف خدا کے لیے اُن سے میل جول برقرار رکھا جائے [۹]

حضرت مرتعش کہتے ہیں، تصوف حسنِ خُلق ہے۔ یہ تین طرح کا ہے، پہلے یہ کہ احکامِ خداوندی کو بغیر ریا اور نمائش کے پورا کرنا۔ دوسرا انسانوں میں بڑوں کی عزت کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا اور اپنے برابر کے لوگوں سے انصاف کرنا اور کسی سے عوض اور معاوضہ کی توقع نہ رکھنا۔ تیسرا یہ کہ ہوا و ہوس اور شیطانی رجحانات سے بچنا۔ پس جس کسی نے ان تین امور کو درست کر لیا وہ نیک خصلت لوگوں میں شمار ہوگا [۱۰]

ابو علی قزوینی فرماتے ہیں، تصوف اخلاقِ پسندیدہ کا نام ہے۔ پسندیدہ عمل انسان وہ ہے جو ہر حال میں حق تعالیٰ کی پسند پر گامزن ہو، اسی کو راضی برضا الٰہی کہتے ہیں [۱۱]

ابوالحسن جو شنجہ کہتے ہیں آج تصوف محض نام ہے بغیر حقیقت کے اور درصل یہ حقیقت تھا بغیر نام کے، صحابہ کرام اور سلف صالحینؒ کے زمانے میں نام نہیں تھا، ایک حقیقت تھی جو سب پر ساری طاری تھی۔ آج کل صرف نام ہی نام ہے بجز حقیقت [۱۲]

تصوف کی افادیت کے بارے میں مشہور صوفیا و مشائخ کے اقوال نقل کرنے کے بعد حضرت علی ہجویریؒ اپنی رائے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

اکنون دین مقدار تحقیق مقالات مشائخ اندرین باب بیاورم در باب تصوف تا بر تو اسعدک اللہ طریق این کشادہ گردد و مر منکران دین را بگوئی کہ مراد تان چیست بانکار تصوف اگر اسم مجرد را انکار کنند باک نیست کہ معانی اندر حق سمیات بیگانہ باشد اگر عین این معانی را انکار کنند انکار کلِ شریعت

---

۹ کشف المحجوب، ص ۳۸
۱۰ ایضاً، ص ۴۱
۱۱ ایضاً، ص ۴۲
۱۲ ایضاً، ص ۴۲

پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم و خصال ستودہ باشد[۱۳]

میں نے یہ سب کچھ مشائخ کے اقوال سے تصوف کی تحقیق کے بارے میں بیان کیا تاکہ خدا تجھے سعادت دے اور راہِ طریقت تیرے لیے کھل جائے اور تو منکرینِ طریقت سے پوچھ سکے کہ انکارِ تصوف سے ان کی مراد کیا ہے۔ اگر صرف اسم سے انکار ہے تو خیر اور اگر معنی سے انکار ہے تو اس کا مطلب مکمل شریعتِ پیغامبر علیہ السلام اور تمام اخلاقِ حسنہ سے انکار ہے۔

حضرت علی ہجویری شریعت و طریقت کی ہم آہنگی کے شدت سے قائل تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ احکامِ شریعت کا علم اور ان پر خلوصِ نیت سے عمل لازم و ملزوم ہیں۔ طریقت ان کے نزدیک انسان کے اندر خلوص پیدا کرنے اور اس کی نیت کو درست کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

"کشف المحجوب" میں آپ نے مختلف جگہوں پہ شریعت و طریقت کے باہمی رشتے اور شریعت و حقیقت کی ماہیت و افادیت پر گفتگو کی ہے۔ "اثباتِ علم" کے باب میں آپ نے علم کو ظاہری اور باطنی دو قسموں پہ تقسیم کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ علمِ ظاہر سے مراد معاملات کا علم ہے اور علمِ باطن سے مقصدیت کا صحیح کرنا ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ ان دو میں سے صرف ایک کو حاصل کرے تو وہ قطعی طور پہ ناکام رہے گا، کیونکہ ان دونوں کو حاصل کیے بغیر چارہ نہیں۔ اگر علم ظاہر حاصل کر لیا اور باطن کی پروا نہ کی تو یہ منافقت ہوگی اور اگر صرف باطن کے درپے ہوا اور علمِ ظاہر سے بے نیاز رہا تو یہ الحاد و زندقہ ٹھہرا۔ باطن کے بغیر صرف ظاہری شریعت نقص ہے اور ظاہری شریعت کے احکام کو سمجھے اور ان پر عمل کیے بغیر صرف باطن پر قناعت ہوا و ہوس ہے[۱۴]

شریعت و حقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت علی ہجویری لکھتے ہیں:

شریعت سے مراد حال ظاہر کی صحت اور حقیقت سے مراد حال باطن کی درستی ہے۔ ... شریعت کی اقامت، حفاظتِ حقیقت پر منحصر ہے، اسی طرح حقیقت کی اقامت کا انحصار شریعت پر ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھنا چاہیے کہ جسم میں جب تک جان ہے انسان زندہ ہے، جب جان نکل جائے تو تنِ مردہ ہے اور جان کی حیثیت ہوا سے زیادہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ جسم و جان کی اہمیت باہم ملاپ سے ہے۔ بالکل

۱۳۔ حوالہ کے لیے دیکھیے "کشف المحجوب"، ص ۴۲ ۱۴۔ ایضاً، ص ۱۳، ۱۵

یہی عالم شریعت و حقیقت کا ہے۔ شریعت بغیر حقیقت ریا اور حقیقت بغیر شریعت منافقت ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبلنا۔ (جو لوگ ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں)۔

"مجاہدہ شریعت ہے اور ہدایت حقیقت۔ شریعت احکامِ ظاہر کی حفاظت ہے بندے کے لیے اور حقیقت بندے کے احوالِ باطن کی حفاظت ہے حق تعالیٰ کی طرف سے شریعت کسبِ انسانی ہے اور حقیقت انعامِ خداوندی ہے"[۱۵]

مضمون زیرِ نظر میں حضرت ہجویریؒ کی تعلیمات کے صرف ایک پہلو کی تشریح کی ہے، ورنہ آپ کی کتاب "کشف المحجوب" وہ کتاب ہے جس کے بارے میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے یہ ارشاد فرمایا:

"کتبِ تصوف میں شیخ علی ہجویری کی کتاب "کشف المحجوب" کو وہ مرتبہ حاصل ہے کہ اگر کسی طالبِ صادق کو مُرشدِ کامل نہ مل سکے تو اسی کتاب کا مطالعہ کرے اس کی مراد پوری ہو جائے گی۔ مَیں نے خود اس کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھا ہے"[۱۶]

کشف المحجوب حضرت ہجویری کا وہ عظیم علمی خزانہ ہے جسے فارسی زبان میں تصوف کی سب سے پہلی اور شاہکار تصنیف ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ کتاب اصل فارسی زبان میں بھی دستیاب ہے اور دنیا میں اس کے مختلف نسخے موجود ہیں۔

خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی سے منقول نسخہ ۱۹۶۸ء میں لاہور سے چھپا، پروفیسر نکلسن نے ۱۹۶۷ء میں کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ شائع کیا۔ اُردو زبان میں اس گراں قدر کتاب کے بہت سے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ خواجہ موصوف کے نسخے میں کشف المحجوب کو انتالیس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مختلف ابواب کے بعض عنوان یہ ہیں: علم، فقر، تصوف، اختلافِ فقر و غنا، صحابہ کرامؓ، اہل بیت، ائمہ اہلِ بیت، اہلِ صفہ، تابعین، تبع تابعین، متاخرین، تصوف کے مختلف مکاتبِ فکر، کشف حجابات، کشف اول تا یازدہم۔ انہی ابواب میں معرفتِ حق، توحید، ایمان، توبہ، صلوٰۃ، زکوٰۃ، جود و سخا،

---

[۱۵] کشف المحجوب، ص ۳۲۲، ۳۲۳

[۱۶] بحوالہ عبدالماجد، تصوفِ اسلام (اعظم گڑھ ۱۹۳۷ء)

روزے کی حقیقت، حج، مشاہدہ، آدابِ محبت، آدابِ طعام، شریعت و طریقت اور سماع کا ذکر ہے۔

حضرت شیخ نے ہر موضوع کو کمال علمی مہارت اور دینی و روحانی بصیرت سے بیان کیا ہے۔
کتاب کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ہجویری، کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، فقہ، تاریخ اسلامی فلسفہ، منطق اور دیگر بنیادی علوم میں کامل مہارت رکھتے تھے، ہر معاملے کو کتاب و سنت کی کسوٹی پہ پرکھنا آپ کی کتاب میں صاف صاف نظر آتا ہے۔

افسوس ہے اتنے عظیم آدمی کی تاریخِ پیدائش کا پتا نہ چل سکا، یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ آپ لاہور کب آئے، کتنا عرصہ رہے اور صحیح تاریخِ وفات کیا ہے؟ کشف المحجوب کے علاوہ آپ کی وہ کتابیں کہاں ہیں جن کا ذکر انھوں نے خود کیا ہے۔ پھر نہایت افسوس کی بات یہ بھی ہے کہ آپ کی صحیح تعلیمات کو بھی عام فہم انداز سے کبھی پیش نہیں کیا گیا۔

سطعات

از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ——— اردو ترجمہ: مولانا سید محمد متین ہاشمی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی برصغیر پاک و ہند کی وہ عظیم شخصیت ہیں، جنھیں پورے عالم اسلامی میں نہایت قابلِ فخر اور بلند مرتبت ہستی سمجھا جاتا ہے ——— وہ بہترین مصلح، بہت بڑے مصنف، جید عالمِ دین، نامور مفسر، جلیل القدر محدث، بہت بڑے فقیہ، بلند پایہ مفکر اور عظیم صوفی تھے۔ ان کی تصنیفات اہلِ علم کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں جن افکار و خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، وہ ہر دور کے لیے مفید اور قابلِ عمل ہیں۔

شاہ صاحب کی گراں قدر تصنیفات میں "سطعات" کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کے اردو ترجمے کی اشد ضرورت تھی۔ ملک کے مشہور عالم مولانا سید محمد متین ہاشمی نے اس کو اردو کے قالب میں ڈال دیا ہے ——— فاضل مترجم نے حل طلب مقامات پر حواشی بھی تحریر کیے ہیں اور جامع مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے حالات اور ان کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ قیمت: -/۱۲ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور